Faiz' Silence: The Dilemma of Spiritual Satisfaction and Distress

فیض کی خاموشی: روحانی اطمینان اور اضطراب کا تذبذب

Dr.Kamran Abbas Kazmi*[1]
Assistant Professor, Department Of Urdu, International Islamic University Islamabad.
Syed Abdul Basit[*2]
MS Scholar, Religion's Studies, International Islamic University Islamabad.

1 *ڈاکٹر کامران عباس کاظمی

اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

2 *سید عبدالباسط

ایم ایس سکالر، مطالعۂ ادیان، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Correspondance: kamran.abbas@iiu.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 26-01-2025
Accepted:24-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Faiz Ahmad Faiz was a well-known Urdu poet, in the beginning of his career as a poet; he joined the Progressive writers Movement and thus he was labeled as a 'Communist Poet' forever, although Faiz was alive when Professor Ishfaq Ahmad coined the term "Malamati Sufi" upon him in the preface of a poetry collection of Faiz .

Although Faiz was not a member of the institutionalized chains of 'Islamic Tasawwuf' but still he had a relation with the personal spiritual experiences and certain evidences can be found in his poetry that he considered himself a lowly seeker and follower of the path of Sufism.

This paper will discuss his silence from this particular context. There is a dilemma in this regard because one can find his silence a metaphor of spiritual satisfaction as well as spiritual barrenness, from the reference point of spiritual satisfaction his silence is a necessary medium through which he develops a relationship with his being and soul. While on the other hand he considers the silence of night as a cosmic source of the self and an important buffer against the stressful mental situation

resulting from the spiritual barrenness and crises .
This article explores the relationships between the mystical aspects of the Faiz' silence and comprehend the dilemma of its spiritual dimensions.

KEYWORDS: Faiz Ahmad Faiz, Nuskha-hai-wafa, silence, spiritual crises, soulful silence, spiritual satisfiction.

ادبی تخلیقات میں تخلیقی اظہار جہاں لفظوں یا تحریر کی صورت کیا جاتا ہے وہیں تخلیق کار بین السطور کچھ اَن کہا، بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اس اَن کہے، کے قاری اپنی ثقافتی، سماجی اور نفسیاتی ضرورت کے مطابق معنی کشید کر لیتا ہے۔ تخلیق کار کا اَن کہا، دراصل قاری کو غور و فکر پہ آمادہ کرتا ہے۔ تخلیق کار کے جذبات کی عکّاسی جب الفاظ سے ممکن نہیں ہو سکتی تو وہ ''خاموشی'' کا سہارا لیتا ہے۔ اِسی طرح انسانی وجود کی بے بسی، دنیا کی بے معنویت اور داخلی کرب کی نمائندگی ''خاموشی'' سے اظہار پاتی ہے۔ تصوّرِ خاموشی سے تکنیکی طور پر جذبات کی شدّت کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔ یعنی خاموشی خود اظہار کا وسیلہ بن جاتی ہے اور مکالمے کے متبادل کے طور پر فکشن میں اور اَن کہے، جذبات کے اظہار کے لیے شاعری میں متبادل کا کام کرتی ہے۔

تصوّف میں خاموشی کی معنویت رحانی کیفیت کے بطور نظر آتی ہے۔ گویا فرد کلام سے آزاد ہو کر باطنی سکون اور حقائق کا متلاشی ہو جاتا ہے۔ یعنی خاموشی محض اَن کہا، یا ''عدم گفتگو'' نہیں رہتی بلکہ ایک بھرپور بیانیہ عنصر بن جاتی ہے۔ جذبات کو نمایاں کرنے، بین السطور خلا کو مکمل کرنے اور قاری کو خود معانی اخذ کرنے میں خاموشی خود زبان بن جاتی ہے۔ مثلاً غالب کی شاعری میں خاموشی کی معنویت جذبات کی شدّت کی عکّاس ہے، جبکہ فیض کی شاعری میں خاموشی جبر اور خوف کی علامت بن کر آتی ہے۔

سورین کیر کے گارڈ [Soren Kierkegaard] نے اپنی کتاب *Fear & Trembling* میں خاموشی کی جدلیات کی وضاحت کرتے ہوئے خاموشی کے دونوں پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے حیرت انگیز جملے کہہ رکھے ہیں:

> میں ہمیشہ ایزدی خاموشی (ربانی) اور آسیبی خاموشی (شیطانی) کے باہم تضاد سے خائف رہا کرتا ہوں کیونکہ خاموشی آسیبی بھی ہو سکتی ہے اور ایزدی بھی، خاموشی ایک طرف آسیب کا ایک جال ہے؛ جتنی زیادہ خاموشی ہو گی اتنا ہی خوفناک آسیب، لیکن دوسری طرف خاموشی ایک فرد کا اپنے رب کے ساتھ باہمی مفاہمت کا پیش خیمہ بھی ہے۔ (1)

خاموشی اور انسان کی باطنی توجہ کا آپس میں ایک گہرے تعلق پر مبنی رشتہ ہے کیونکہ خاموشی کی مثال اُس آئینے کی ہے جس میں انسان اپنی تمام اچھائیوں اور برائیوں کو دیکھ سکتا ہے۔جب یہ انسان کے وجود پر طاری ہوتی ہے تو انسان کا باطن اس کے روبرو ہونے لگتا ہے۔ایلن ویمر [Ellen Wimmer] کہتی ہیں:

> خاموشی انسان کا اپنی روح کے ساتھ تعلق اور رشتہ استوار کرنے کا ایک بنیادی ذریعہ ہے اور اس تعلق اور رشتے سے ہم روحانی خاموشی کے ذریعے تعبیر کر سکتے ہیں۔(2)

> جب خاموشی میں فرد کا باطن فرد کے روبرو ہونے لگ جائے تو پھر معروف ہندوستانی یوگی اور گرو پرم ہنس یوگانند کے بقول ''خاموشی کی چھلنی میں سے آپ پر حکمت اور امن کا شفابخش سورج چمکنے لگے گا۔''(3)

شاعری میں خاموشی کی اپنی معنویت ہوتی ہے۔ کبھی تو شاعر جذبات کی شدّت کا مکمل اظہار نہ کر پانے کی صورت میں خاموشی کو بطور استعارہ برت رہا ہوتا ہے اور کبھی قاری کے لیے کچھ فکری سامان بہم کرنے کی خاطر خاموشی اختیار کرتا ہے۔تاہم عمومی رویہ شدّتِ جذبات میں ابلاغ کی سہولت میسّر نہ ہونا خاموشی کو جنم دیتا ہے۔

فیض کی شاعری میں روحانی اطمینان اور روحانی اضطراب کے تناظر میں خاموشی پر بحث کرنے سے پہلے ان کی ذاتی زندگی کا بھی اس حوالے سے تھوڑا سا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ یہ وضاحت ہو سکے کہ فیض کس حد تک روحانیت کے اسرار سے آشنا تھے،چنانچہ فیض خود اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> صبح ہم اپنے ابا کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے مسجد جایا کرتے تھے۔ معمول میں تھا کہ اذان کے ساتھ ہم اٹھ بیٹھے۔ابا کے ساتھ مسجد گئے۔ نماز ادا کی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی سے جو اپنے وقت کے بڑے فاضل تھے قرآن شریف کو پڑھا اور سمجھا۔ابا کے ساتھ سیر کو نکل گئے، پھر اسکول
> (4)..

اسی طرح کینیڈا میں ایک انٹرویو کے دوران انہوں نے واضح الفاظ میں خود کو تصوف کی راہ کا راہی بتایا تھا:

> میں اپنے آپ کو ادنیٰ طریقے سے تصوف کا پیرو سمجھتا ہوں۔اس مسلک پر تھوڑا بہت اختلاف ہو سکتا ہے۔ہماری تو ساری کی ساری تربیت خالص دینی ماحول میں ہوئی اور میری شاعری کا میرے ذہنی عقائد سے کوئی تضاد نہیں۔(5)

اسی طرح پروفیسر اشفاق احمد ادب اور خدمت کے ذریعے ولایت (متصوّفانہ اصطلاح) کے حصول پر بحث کرنے کے بعد فیض کے حوالے سے کہتے ہیں:

یہ ادب، یہ صبر، ایسا دھیما پن، اس قدر در گزر کرنے والا، کم سُخنی اور احتجاج
سے گریز یہ صوفیاء کے کام ہیں، ان سب کو فیض صاحب نے سمیٹ رکھا
ہے، اوپر سے ''ملامتی رنگ'' یہ اختیار کیا ہے کہ ''اشتراکیت'' کا گھنٹہ
بجاتے پھرتے ہیں کہ کوئی قریب نہ آئے اور محبوب کا راز نہ کھل جائے۔ (6)

ان حوالوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فیض کی شخصیت کا تصوف اور روحانیت کے اسرار و رموز سے کوئی نہ کوئی رشتہ تو ضرور تھا اور غور کرنے سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ یہ بھی اسی رشتے کے اثرات تھے کہ انہوں نے اپنی خاموشیوں میں کشف و وجدان کے اسرار کو اپنی تمام تر ماورائی اقدار اور باریکیوں کے ساتھ پیش کیا۔ فیض نے الہامی مضمون آفرینی اور روحانی خیال آرائی کے لئے عشق و سرور میں ڈوبے ہوئے الفاظ کے ذریعے خاموشی کو اپنے دل کی پکار کے طور پر پیش کر کے راتوں کی خاموشی میں چھپ کر رو لینے اور جذبات کی وسعت کو سجدوں سے بسا لینے کے لیے راز و نیاز کے اظہار کا ایک منفرد انداز اپنایا ہے کیونکہ رات کی گہری خاموشی میں اپنی زندگی کو مد نظر رکھنے سے دل میں جذبات کی ایک کشمکش موجزن ہوتی ہے جس سے دل میں درد کی ایک لہر سی دوڑنے لگتی ہے اور چونکہ دل کا آنکھوں کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اس لیے آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں اور یوں جذبات کی برانگیختگی اور کشمکش اور اس کشمکش کے نتیجے میں آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسو اور رونے کے تاثرات شعر کے سانچوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ فیض کہتے ہیں:

راتوں کی خموشی میں
چھپ کر کبھی رو لینا
مجبور جوانی کے
ملبوس کو دھو لینا
جذبات کی وسعت کو
سجدوں سے بسا لینا
بھولی ہوئی یادوں کو
سینے سے لگا لینا
(7)

راتوں کی خاموشی میں رونے اور مجبور جوانی کے ملبوس کو دھونے کیلئے رات کی خاموشی کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف خاموشی انسان کا اپنی روح کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کا ایک بنیادی ذریعہ ہے تو دوسری طرف رات بھی خود شناسی اور مابعد الطبیعی علم کا ایک خالص اور قدرتی ذریعہ ہے۔ رات پر مابعد الطبیعاتی تناظر سے تحقیق کرنے والے ایک جید محقق محمد عبدالحیٔ کہتے ہیں:

رات کا وقت فرد کے وجود کے لئے ایک کائناتی ذریعے(cosmic source)اور ایک معصوم اور مستند شناخت کی حیثیت رکھتا ہے۔ رات ما بعد الطبیعی علم اور یکتائی کا ایک گہرا اور خالص ذریعہ ہے۔۔۔رات کے وقت ایک خاص قسم کی ماورائے عقل صلاحیت روح کی گہرائی کے ساتھ ملنے لگتی ہے جس کے نتیجے میں فرد کے اندر موجود غیر معمولی تخلیقی لیاقت لاشعور سے نکلتی تصویروں کے ساتھ ایک سنگم پر آجاتی ہیں۔[(8)]

خاموشی کی اپنی زبان ہوتی ہے جب یہ کسی وجود پہ اترتی ہے تو اسے بیرونی آوازوں کے بجائے خود اپنے اندر کی کائنات کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ایک ایسی گہری خاموشی میں جہاں کسی آواز کا شائبہ تک نہ ہو وہاں انسان خود اپنی آواز بن جاتا ہے اور وہ اپنے ہی دل کی دھڑکن خود سن سکتا ہے،اسے اپنی سانس اور بعض دفعہ جسم میں ہونے والے تبدیلیاں بھی سنائی دیتی ہیں۔ پھر جب رات اور خاموشی اکٹھے ہو جائیں تو خاموشی میں گہرے پن کی وجہ سے انسان کے دل میں ایک جذباتی کیفیت موجزن ہوتی ہے اور شاعر اس جذباتی کیفیت کو سجدوں سے بسانا چاہتے ہیں کیونکہ اس سے دل کی لطافت میں اضافہ ہوتا ہے، وجدان میں گہرا پن آجاتا ہے اور ادراک وسیع تر ہونے لگتا ہے جیسا کہ کرسٹینا گروب[Kristina Grob] کہتی ہیں:

جذبات خاموشی میں بن بھی سکتے ہیں، نمو بھی پا سکتے ہیں اور پروان بھی چڑھ سکتے ہیں۔ خاموشی وجود کے نئے ڈھانچے کی تشکیل اور نشوونما کے لئے درکار فکر و عمل کے پرانے ساختیاتی ڈھانچے میں خلل ڈالنے کا ساتھ دیتی ہے. خاموشی کے ذریعے توجہ میں گہرا پن آجاتا ہے، ادراک وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور تقویٰ سے عاری نفس تہذیب نفس کا دلدادہ بن جاتا ہے۔[(9)]

ایک شاعر ہونے کے ناطے فیض ویسے بھی بہت حساس دل کے مالک تھے اور پھر زمانے کی ناقدری، محبوب کی مفارقت، معاش کی تلاش اور حالات کی ستم ظریفی نے ان کے دل کی لطافت میں اور بھی اضافہ کر دیا، اور خاموشی کے عالم میں دل میں لطافت کی لہریں تیز تر ہونے لگیں۔ فیض اس کا اظہار کرتے ہوئے راتوں کی خاموشی میں رونے کا درس دے رہے ہیں کیونکہ اسی سے ان کے خوف کا مداوا ہو سکے گا، جیسا کہ بدھا نے کہا تھا:

جب آدمی کو خاموشی کی تنہائی کا ادراک ہو جاتا ہے اور وہ سکوت کی خوشی کو محسوس کرنے لگتا ہے تو پھر وہ خوف اور گناہ سے آزاد ہو جاتا ہے۔[(10)]

روحانی اطمینان کے ساتھ ساتھ خاموشی بعض اوقات روحانی ہلچل کا استعارہ بھی ہو سکتی ہے۔ روحانی ہلچل کی خاموشی میں فرد اپنے اندر حد درجہ اضطرابی کشمکش محسوس کرتا ہے، جس سے روح ایک قسم کی اذیت سے دوچار ہوتی ہے۔ روحانی اضطراب اور بے قراری کی خاموشی کے متعلق ایڈ گرلی ماسٹرز[Edgar Lee Masters] کہتے ہیں:

روحانی ہلچل کی اپنی ایک خاموشی ہوتی ہے، جس سے فرد کی انتہائی اذیت زدہ
روح کچھ ایسے ہی تصورات پر اتر آتی ہے جو اعلیٰ اور ارفع زندگی کے دائرۂ کار
کے غیر شایان شان ہوتے ہیں۔[11]

فیض احمد فیض اپنی شاعری میں خاموشی کو ایک طرف روحانی اطمینان کے ساتھ منسلک کر کے فرد کا اپنی روح کے ساتھ تعلق استوار کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف انہوں نے خاموشی کو روحانی کرب اور ہلچل کے لیے ایک استعارے کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔ نقش فریادی کے پہلے ہی صفحے کے دوسرے قطعے میں فیض کہتے ہیں:

دل رہین غم جہاں ہے آج
ہر نفس تشنہ فغاں ہے آج
سخت ویراں ہے محفلِ ہستی
اے غمِ دوست تو کہاں ہے آج

(نسخہ ھائے وفا۔ص)

شاعر روح کی بے قراری کے ایک مضطرب عالم سے گزر رہے ہیں۔ محفل ہستی کی ویرانی ایک مخصوص قسم کے روحانی کرب کو جنم دیتی ہے،اور اس روحانی کرب میں ایک طرح کی ہیبتناک خاموشی بھی پنہاں ہوتی ہے۔

الفاظ کی ظاہری ساخت (surface structure) میں خاموشی سے متعلق کوئی لفظ نظر نہیں آرہا لیکن اس قطعے کے گہرے مفاہیم میں خاموشی کا عنصر موجود ہے کیونکہ جب نفسیاتی تنہائی کے ساتھ محفل ہستی کی ویرانی اور روح کی بے قراری اور بے چینی بھی شامل ہو جائے تو اس پیش منظر کے پس منظر میں روحانی کرب کی ایک گہری خاموشی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؛ جسے فیض نے معروضی تلازموں کے ذریعے پیش کیا ہے۔ محفل ہستی کے سخت ویراں ہونے کا مطلب ہر گزیہ نہیں کہ فرد جسمانی طور پر تنہائی سے نبرد آزما ہو بلکہ نفسیاتی تنہائی ہی اصل تنہائی ہوتی ہے،جیسا کہ ڈیانا سینیچل (Diana Senechal) نے کہا تھا کہ نفسیاتی تنہائی ہی تنہائی کی روح ہے۔[12]

لیزا چن (Lisa Chan) سینیچل کے اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئی لکھتی ہے:

اس قسم کی نفسیاتی تنہائی فرد کے داخلی جذبات اور باطنی احساسات پر منحصر ہوتی ہے اور کسی خاص موضوع پر مخصوص طریقے سے توجہ مرکوز رکھنے سے اس قسم کی تنہائی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔[13]

ایک انگریز شاعر تھامس ہوڈ[Thomas Hood] نے اس قسم کی تنہائی کو عین خاموشی ہی قرار دیا ہے، ایک نظم میں کچھ یوں کہتے ہیں کہ ''خاموشی کی ایک قسم جو اصل خاموشی ہے وہ ہے تنہائی اور خودشناسی''۔(14)

آخر یہ خودشناسی کس قسم کی خاموشی کا نام ہے؟ اگر خودشناسی کو وسیع تر مفاہیم میں لیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرد کے داخلی جذبات اور باطنی احساسات کی گہری خاموشی اور روح کی سخت ویرانی اور بے قراری ہستی کے شعوری ادراک سے ہم کنار ہونے کا پہلا زینہ ہے کیونکہ مقدس تاثرات اور ہستی کے جبروتی بھید صرف خاموشی میں ہی سنے جا سکیں گے۔ مائیکل سٹراسر[Strawser Michael] لکھتے ہیں:

اگر کہیں کوئی مقدس تاثر ہو تو اسے خاموشی سے سنا جانا چاہیے اور راز ہی رہنے دینا چاہیے، کیونکہ یہ تاثر الفاظ، زبان اور دلیل سے تصور میں آنے والے تاثرات سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔(15)

خاموشی کے ذریعے کائناتی خلا میں جھانک کر ہستی کے شعوری ادراک سے ہم کنار ہونے پر خاموشی خودشناسی کا موقع پیش کرتی ہے اور فرد کو اپنے وجود کے جوہر کو تلاش کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ تاکہ فرد اپنے فہم کو چیلنج کرے اور زندگی کی کثیر الجہت فطرت پر غور کرے۔ فیض کے ایک نظم ''سرود شبانہ''[16] میں بھی کچھ اُسی طرح کا مضمون ہے، جس میں شاعر نے قدرتی مظاہر کی خاموشی کی پیکر تراشی کرتے ہوئے اپنی بزمِ انجم کی فسردہ سامانی اور بے قراری کا نقشہ کھینچا ہے اور روحانی جہان کے شعوری ادراک اور مشاہدے کی منظر کشی میں ایک تخلیقی روح پرودی ہے۔ جس طرح ظاہری جسم کے حواس ہیں بالکل اسی طرح جسم لطیف کے بھی اپنے خواص ہوتے ہیں جن کا مرکز روح ہے۔ جب رات کا وقت ہو اور مناظر فطرت پر گہری خاموشی چھائی ہوئی ہو تو جسم لطیف کے حواس بیدار ہونے لگتے ہیں اور مادی جسم کے حواس اس کے ساتھ ہم آہنگ(Resonate) ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رات کے وقت مناظرِ فطرت کی خاموشی کا جمال شاعر کے تصورات پر اثرانداز ہو کر اسے گہرے جمالیاتی جذبات میں مستغرق ہے اور یوں شاعر کا دل بھی یکسانیت سے جمالیاتی جذبات سے متاثر ہوتا ہے اور جب شاعر کا دل ان جذبات سے معمور ہو جاتا ہے تو وہ فطرت کے شعور کی روح کو سمجھنے لگتا ہے اور اس کی عظیم حکمت کو دریافت کرنے کے قابل بن کر ان کی منظر کشی کرتا ہے۔

نیلوفر امیری[Niloufar Amiri] اپنے ایک تحقیقی پرچے میں خاموشی کے جمالیاتی اقدار پر بحث کرتے ہوئے اس تصور کو تھوڑا وسیع تر انداز میں کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں:

فطرت ایک خاموش طریقے سے چلتی رہتی ہے، فطرت کی خاموشی بھی معنی خیز ہوتی ہے۔ اپنی میکانیکی زندگیوں میں مستغرق رہنے کے بجائے، خاموشی

ہمیں غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے شعوری رویوں کا ایک
طاقتور تخلیقی انداز میں نقالی کرنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہے، یہ ایک ایسا
عمل ہے جو ہمیں اپنی سماعت کے ساتھ ساتھ دیکھنے کی حس کو بھی بہتر بنانے
میں مدد دیتی ہے۔(16)

نظم ''سرود شبانہ'' میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ ایک نوخیز شاعر قدرت کی آغوش میں کس قدر تبدیلیوں کا ہم راز بن گیا ہے۔قدرتی مناظر کے توسط سے شاعر ہستی کے رموز سے بہرہ ور ہونے کے لئے ایسے مناظر کی منظر کشی کرتا ہے جن سے شعور کی وسعت کے ساتھ ساتھ فرد کے وجدانی عرفان کا بھی تعین ممکن ہو سکتا ہے۔ نظم ملاحظہ ہو:

نیم شب چاند خود فراموشی
محفل ہست و بود ویراں ہے
پیکر التجا ہے خاموشی
بزم انجم فسردہ ساماں ہے
آبشار سکوت جاری ہے
چار سو بے خودی سی طاری ہے
زندگی جزو خواب ہے گویا
ساری دنیا سراب ہے گویا
سو رہی ہے گھنے درختوں پر!
چاندنی کی تھکی ہوئی آواز
کہکشاں نیم وا نگاہوں سے
کہہ رہی ہے حدیثِ شوقِ نیاز
ساز دل کے خموش تاروں سے
چھن رہا ہے خمارِ کیف آگیں
آرزو خواب تیرا روئے حسیں

(نسخہ ھائے وفا۔ص)

خواب، تحیر، تنہائی اور نہ جانے زندگی کے کتنے راگ ہیں جو گہرے انداز سے فطرت کی خاموشی کی عکاسی کرتے ہیں۔فطرت کے اس منظر میں ایسا محسوس ہونے لگتا ہے گویا کہ سکوت کا آبشار جاری ہو اور ہر طرف بے خودی کا سماں ہو،

اس منظر میں زندگی ایک خواب کی مانند نظر آتی ہے اور دنیا ایک سراب کی طرح لگ رہی ہے۔ چاندنی کی تھکی ہوئی آواز کا گھنے درختوں پر سو جانا اور کہکشاں کا نیم وا نگاہوں سے حدیثِ شوق و نیاز کہنا بھی خاموشی کے استعارے ہیں۔ یہ خاموشی شاعر کے شعور کو جلا بخشتی ہے اور دل کے اندر یاد کا ایک دیا جلا دیتی ہے جس سے ذوق و شوق کی استعداد بڑھ جاتی ہے اور روحانی عرفان پروان چڑھتا ہے۔

اِس منظر میں شاعر کے روحانی عرفان کی کیفیت کچھ ایسے محسوس ہو رہی ہے جیسا کہ سازِ دل کے خاموش تاروں سے محبوب کے روئے حسین کے تصور اور سرور سے بھرا ہوا خمار چھن رہا ہے، یہاں یہ سمجھنا دشوار نہیں ہے کہ فطرت کی خاموشی نے شاعر کو اپنے روح کی وجدان اور عرفان کی وسعتوں کی از سر نو حد بندی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔اس حوالے سے جوناتھن جینگ[Jonathan H. Jiang] ، اوری منیون [Avery minion] اور سٹراٹ ٹیلر [Struart Tyolar]اپنے ایک مشترکہ تحقیقی پرچے میں لکھتے ہیں:

> کائنات کی خاموشی ہماری بے وقعتی کا ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ، یہ ہمیں اپنی وجود کو دریافت کرنے،اسے سمجھنے اور اس پر تعجب کرنے کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔ یہی خاموشی کائنات میں اپنی حیثیت پر غور کرنے، اپنے مفروضوں کو چیلنج کرنے اور اپنی زندگی کے تصور کو خود ہی از سر نو متعین کرنے کا مطالبہ ہے۔(18)

وجدان خود شناسی کے تجسس کے ذریعے خود فراموشی کے پردے ہٹا دیتا ہے اور انسانی سوچ دائمی حقیقت کے قریب تر ہو کر خود شناسی کے نئے رازوں سے ہمراز ہونے لگتا ہے۔ جوناتھن جینگ اور ان کے ساتھیوں کے بقول:

> جتنا ہم اس کائناتی خاموشی کی گہرائی میں جانے کی جسارت کرتے جاتے ہیں اتنا ہی ہم اپنی تجسس سے کارفرما، حیرت میں ڈوبے ہوئے اور علم کے پیاسے فسانے کو دوبارہ لکھنے کے لیے پر عزم ہوتے جاتے ہیں۔ ہماری بڑھتی ہوئی خود شناسی اور زندگی کے آس پاس کے اسرار سے آگے بڑھنے والا یہ سفر، ہمارے ارد گرد کی کائنات کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر کی کائنات کا بھی ایک سراغ ہے۔(19)

انسان اپنی وجود کے اندر ایک پوری کائنات ہے جب انسان نفسیاتی طور پر تنہا ہو اور گرد و پیش کے مناظر بھی خاموشی کی چادر کو اوڑھ چکے ہو تو ایک ایسی خاموشی کی فضا وجود میں آتی ہے جس میں انسان اپنے اندر کی کائنات میں جھانکنے لگتا ہے اور یہ ظاہری کائنات اسے محض سراب نظر آنے لگتی ہے جیسا کہ فیض محفل ہست و بود کی ویرانی اور بزم انجم کی فسردہ سامانی کے عالم میں آبشارِ سکوت میں محو ہو جاتے ہیں اور مظاہر فطرت کو کچھ اس طرح تصور کرتے ہیں کہ انسان کی ذات کے اندر بھی ایک پورے عالم کو سمو کر اس عالم کے تاروں کو سازِ دل کی چھنّی بنا کر پیش کرتے ہیں:

ساز دل کے خموش تاروں سے

خاموشی لاشعور کو ایک گہری سطح پر لے کر جاتی ہے جس سے سارے حجابات بشری اٹھ جاتے ہیں اور ہستی ایک نشاطی کیفیت میں سے گزرنے لگتی ہے اور اس کیفیت میں تجلّیات کے نقوش فرد کے وجود پر طاری خاموشی کے ساتھ ارتعاش (Resonance) میں آ کر ایک خواب کی سی صورت میں نظر آنے لگتے ہیں جس سے انسان کی فطرت میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور نتیجتاً فرد ایک تحیر کا متحمل ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ فیض کہتے ہیں:

گم ہے اک کیف میں فضائے حیات
خامشی سجدہ نیاز میں ہے حسن معصوم خواب ناز میں ہے
(نسخہ ھائے وفا۔ ص ۲۲)

جب فضائے ہستی جسم سے ماوراروح کی مخفی دنیا کو دریافت کر جائے اور فرد کا ذہن اسی پر مسلسل مرکوز رہے تو اس کے شعوری ادراک کا دائرہ وسیع تر ہوتے ہوئے لاشعور تک رسائی حاصل کرتا ہے زندگی کے ایک خاص وقت میں کچھ اس طرح کی کیفیات سے گزرنے پر بحث کرتے ہوئے فیض اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس زمانے میں کبھی کبھی مجھ پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، جیسے یکایک آسمان کا رنگ بدل گیا ہے، بعض چیزیں کہیں دور چلی گئی ہیں، دھوپ کا رنگ اچانک حنائی ہو گیا ہے، پہلے جو دیکھنے میں آیا تھا، اس کی صورت بالکل مختلف ہو گئی ہے، دنیا ایک طرح کی پردۂ تصویر قسم کی چیز محسوس ہونے لگتی تھی، اس کیفیت کا بعد میں کبھی کبھی احساس ہوا ہے، مگر اب نہیں ہوتا۔ (20)

ظاہر ہے کہ اس طرح کی کیفیات کا روحانی معاملات کے ساتھ تعلق ہی ہو سکتا ہے یہ روحانی اطمینان یا پھر بصورت دیگر روحانی اضطراب اور ہلچل کے آثار ہو سکتے ہیں۔

فیض کی شاعری میں سے خاموشی کے تناظر میں روحانی ہلچل پر مزید بحث کرنے اور اسے سمجھنے سے پہلے خاموشی کے متعلق جارج بٹیلے کے تصور کی وضاحت ضروری ہے۔ معروف فرانسیسی دانشور اور مصنف جارج بٹیلے [Georges Bataille;1897-1962] خاموشی اور عریانیت کا باہم موازنہ کر کے خاموشی کو ایک انوکھی معنویت دے کر اس کا نیا فہم فراہم کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خاموشی اور زبان، کوئی الگ الگ تصورات نہیں بلکہ یہ دونوں اصطلاحیں ایک دوسرے سے بالکل جڑی ہوئی اور وابستہ ہیں۔ جس طرح عریانیت کپڑوں سے نکلنے کے بعد ہی اپنی اصل اور ابتدائی حالت کے طور پر موجود ہو سکتی ہے بالکل اسی طرح زبان کے معدوم ہونے کے بعد خاموشی اپنی اصل حالت میں موجود ہو گی اور اس کا مشاہدہ اور احساس ممکن ہو سکے گا۔ (21)

ایک ایرانی محقق مہدی آغا محمدی اپنے ایک تحقیقی پرچے میں جار جز بٹیلے کے قضیے کو زیادہ وسیع تر معنوں میں لیتے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ کسی چیز کے منسوخ یا معدوم ہونے پر گویا ایک خاموشی وجود میں آتی ہے مثلاً روشنی، الفاظ، آواز یا اسی طرح دوسرے محسوسات کے منسوخ ہونے پر خاموشی موجود ہوتی ہے۔ تاہم، خاموشی کی اتنی وسیع تفہیم میں ہمیں سیاق و سباق کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر، میک اپ والے چہرے کے مقابلے میں، بغیر میک اپ والا چہرہ خاموش ہے۔ محبوب کے بغیر ایک آدمی خاموش ہوتا ہے، بہ نسبت اس شخص کے جس کے پاس محبوب ہو۔(22)

مہدی آغا کی اس وضاحت سے ادب میں بھی فائدہ لیا جا سکتا ہے مثلاً جب ایک شاعر کسی شعر میں اپنی قلبی واردات کا اظہار کچھ اس طرح کرے کہ اس میں جذبات کے ماند پڑ جانے کا عنصر موجود ہو تو اس شعر کے ظاہری مفہوم میں خاموشی نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے گہرے ساخت سے خاموشی کی معنویت موجود ہو گی، فیض کی شاعری میں روحانی بحران کے تناظر میں اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں؛ بلکہ وہ تمام اشعار جن میں روحانی اطمینان کے معدوم ہونے کے احساسات موجود ہیں، ان تمام اشعار میں جار جز بٹیلے کے تصور کے مطابق روحانی بحران کی خاموشی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نظم یاس میں ہے۔

بربطِ دل کے تار ٹوٹ گئے
ہیں زمیں بوس راحتوں کے محل
مٹ گئے قصہ ہائے فکر و عمل!
بزمِ ہستی کے جام پھوٹ گئے
چھن گیا کیفِ کوثر و تسنیم
زحمتِ گریۂ و بکا بے سود
شکوۂ بختِ نارسا بے سود
ہو چکا ختم رحمتوں کا نزول
بند ہے مدتوں سے بابِ قبول
بے نیازِ دعا ہے ربِ کریم
بجھ گئی شمعِ آرزوئے جمیل
یاد باقی ہے بے کسی کی دلیل
اِنتظارِ فضول رہنے دے
رازِ الفت نباہنے والے

یارِ غم سے کراہنے والے
کاوشِ بے حصول رہنے دے
(نسخہ ھائے وفا۔ص ٤٦)

بربطِ دل کے تار ٹوٹنے، راحتوں کے محل زمین بوس ہونے، قصہ ہائے فکر و عمل کے مٹ جانے، بزمِ ہستی کے جام پھوٹنے اور کیفِ کوثر و تسنیم چھن جانے؛ یہ سب تراکیب زوال خوردہ مظاہر کی عکاسی کرتی ہیں اسی طرح رحمتوں کے نزول کا ختم ہو جانا اور بابِ قبول کا مدتوں سے بند رہنا بھی اس مخصوص فکر پر مشتمل تراکیب ہیں۔ زوال خوردہ مظاہر کی عکاسی کرنا گویا ان مظاہر کا پردہ عدم میں چلے جانا ہے اور جب کوئی چیز معدوم ہوتی چلی جاتی ہے تو جار جز بٹیلے کے تصور کے مطابق وہاں ایک خاموشی موجود ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نظم میں پیش کی گئی تمام تراکیب میں خاموشی کا عنصر موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تمام تراکیب روحانی طور پر عدم اطمینان اور بحران پر مشتمل ہیں کیونکہ فیض رحمتوں کے نزول کے ختم ہونے اور مدتوں سے بابِ قبول کے بند رہنے کا شکوہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔ جب ان تمام تراکیب میں یکساں طور پر عدم اطمینان کا پہلو بھی ہے اور زوال خوردہ مظاہر کی وجہ سے خاموشی کا بھی تو اسی وجہ سے اس نظم میں موجود خاموشی کو روحانی بحران کی خاموشی قرار دیا جا سکتا ہے۔

بالکل اسی طرح فیض کے ایک اور شعر میں بھی روحانی بحران کی خاموشی کے آثار موجود ہیں، شعر ملاحظہ ہوں:

اداس آنکھوں میں خاموش التجائیں ہیں
دلِ حزیں میں کئی جاں بلب دعائیں ہیں
(نسخہ ہائے وفا۔ص ٤٠)

حزیں دل اور اداس آنکھوں کی خاموشی میں روحانی اضطراب کا پہلو نمایاں ہے اسی طرح اپنی ایک نظم 'مرے درد کو جو زباں ملے' میں ایک مصرعے میں فیض کہتے ہیں کہ:

ع میری خامشی کو بیاں ملے
(نسخہ ہائے وفا، ص ۵۱۴)

گویا خاموشی نے شاعر کو ایک غیر آرام دہ صورتحال کے احساس سے نبرد آزما کر دیا ہے اور شاعر کی جستجو سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر اس غیر آرام دہ صورتحال سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں، خاموشی سے پنپنے والی اس قسم کی صورتحال کے متعلق معروف ہسپانوی محقق لوز ماریا [Luz María] کہتی ہیں:

خاموشی (بعض اوقات) ایک مضطرب احساس کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور یوں
(اس سے نبرد آزما) لوگ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔[23]

اس تحقیقی مقالے میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ فیض اپنی شاعری میں ایک طرف خاموشی کو روحانی اطمینان کا استعارہ قرار دے کر اسے اپنی روح اور ہستی کے ساتھ تعلق جوڑنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف وہ خاموشی کو روحانی اضطراب اور ہلچل کے لیے ایک علامت کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اصل انگریزی جملے:

"I always run up against the paradox, the divine and the demonic, for silence is both. Silence is the demon's trap, and the more that is silenced, the more terrible the demon, but silence is also the divinity's mutual understanding with the single individual."

کیرکے گور[Søren Aaby Kierkegaard]، *Fear and Trembling/Repetition* مترجمین: ھاورڈ وی ھانگ[Howard V. Hong]اور ادنا ایچ ھانگ [Edna H. Hong](نیو جرسی: پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ء)، ۔

۲۔ اصل انگریزی اقتباس:

"Silence is a necessary medium with which one develops a relationship with their soul, this relationship is henceforth denoted as, soulful silence."

ایلن ویمر[Ellen Wimmer]، "The Phenomenal Space of Soulful Silence"، مشمولہ *Counseling and Family Therapy Scholarship Review*، جلد ، شمارہ ، مقالہ نمبر (ء)، مقالے تک رسائی حسب ذیل لنک سے کی جا سکتی ہے:

https://epublications.regis.edu/cftsr/vol2/iss1/6

۳۔ اصل انگریزی عبارت:

Through the portals of silence, the healing sun of wisdom and peace will shine upon you.

یہ عبارت ایلن ویمر [Ellen Wimmer] نے اپنے مقالے *The Phenomenal Space of Soulful Silence* (محولہ بالا) میں پرم ہنس یوگا نند[Paramahansa Yogananda] کی کتاب Autobiography of a Yogi(نئی دھلی: سٹارلنگ پبلشرز، ء)کے حوالے سے صفحہ نمبر دیے بغیر نقل کی ہے، تاہم مجھے مذکورہ کتاب میں یہ عبارت کہیں نہیں ملی، شائد ان کی طرف منسوب ویسے

زبانی مشہور مقولہ ہو یا پھر ان کی ایک اور مشہور کتاب Metaphysical Meditations میں کہیں موجود ہو۔

۴ ۔ پروفیسر علی احمد فاطمی، فیض ایک نیا مطالعہ (انڈیا: شارپ ٹریک الہ آباد، طبع اول، ء)، ص

۵ ۔ ایضاً، ص

۶ ۔ اشفاق احمد کا یہ مضمون فیض کے ایک مجموعہ کلام شام شہر یاراں میں ہی شامل ہے جو ان کے کلیات نسخہ ہائے وفا میں بھی موجود ہے۔

فیض احمد فیض، شامِ شہر یاراں؛ مشمولہ نسخہ ہائے وفا (لاھور: مکتبہ کارواں، سن طباعت ندارد)، ص ۔

۷ ۔ فیض احمد فیض، نقش فریادی؛ مشمولہ نسخہ ہائے وفا، محولہ بالا، ص ۔

اس کے بعد فیض کے جو بھی اشعار مقالے میں نقل کئے گئے ہیں ان کے ساتھ نسخہ ھائے وفا کے حوالے سے صفحہ نمبر متن میں ہی درج کئے گئے ہیں۔

۸ ۔ اصل انگریزی اقتباس:

"The Night is a cosmic source of the self, an innocent authentic identity. It is the pure and dark source of meta-physical knowledge and unity,......In the night, a transcendental dimension intersects with a dimension of depth, divine inspiration with images floating out of the subconscious."

محمد عبدالحیٰ [M. Abdel Hai]، Night and Silence: Experience and Language in Romanticism and Mysticism مشمولہ *Journal of Arabic Literature*، جلد ، ص، تا ص ، (چھاپ کا مرکز: Brill، ء)، ص ۔

یہ مقالہ Jstor پر دستیاب ہے اور حسب ذیل لنک کے ذریعے اس تک رسائی کی جاسکتی ہے:

https://www.jstor.org/stable/4182941

۹ ۔ اصل انگریزی اقتباس:

"Emotions can be found, formed, and can grow in silence. And silence accompanies the disruption of old patterns of thought and action required for the development of new patterns of being. In silence, attention deepens and perception widens and a break from

or the breaking apart of the self that did not love virtue makes possible the self that does love virtue.”

کرسٹینا گروب[Kristina Grob]، *Moral Philosophy and the Art of Silence*، پی ایچ ڈی مقالہ (شکاگو: لویالا یونیورسٹی، دسمبر ء)، ص - ۔

کرسٹینا گروب لویالا یونیورسٹی شکاگو کے سکول اف کنٹی نیونگ اینڈ پروفیشنل سٹڈیز میں پڑھاتی ہیں۔ ان کے پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ ء کو جارڈن پیٹرسن پبلشرز نے مستقل کتاب کی صورت میں بھی چھاپا ہے۔ یہ مقالہ لویالا یونیورسٹی کے آفیشل ویب سائٹ پر دستیاب ہے اور حسب ذیل لنک کے ذریعے اس تک رسائی کی جا سکتی ہے:

https://ecommons.luc.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=2262&context=luc_diss

۱۰۔ انگریزی مقولہ:

“When a man knows the solitude of silence, and feels the joy of quietness, he is then free from fear and sin.”

بدھا کے اقوال کا سب سے مشہور اور زیادہ پڑھا جانے والا مجموعہ دھماپادا[*Dhammapada*]، مترجم: یووان مسکارو[Juan Mascaró]، (برطانیہ: پنگوئن بکس لمیٹڈ، ء)، مقولہ ، ص ۔

۱۱۔ اصل انگریزی اشعار:

“There is the silence of a spiritual crisis,
Through which your soul, exquisitely tortured,
Comes with visions not to be uttered
Into a realm of higher life”.

ایڈگر لی ماسٹرز[Edgar Lee Masters] کا نظم “Silence” جو ماہنامے *Poetry; A magazine of verse* میں چھپا تھا، [شکاگو: فروری ء] جلد ، شمارہ ، ص۲۱۰۔

ماہنامے تک رسائی درج ذیل لنک کے ذریعے کی جا سکتی ہے:

https://www.poetryfoundation.org/poetrymagazine/browse?volume=5&issue=5&page=12

۱۲ ۔ ڈیانا سینیچل[Diana Senechal]پترارک[Petrarch] کے بیان کئے ہوئے تنہائی کے تین پہلوؤں؛زمان کی خاموشی[Solitude of time]،مکان کی خاموشی[Solitude of place]اور مائنڈ کی خاموشی[Solitude of mind]کے ذکر کے بعد کہتی ہیں کہ

"While all three aspects are important, the third is the essence of solitude as it does not depend on external conditions."

ڈیانا سینیچل[Diana Senechal]، *Republic of Noise: The Loss of Solitude in Schools and Culture*، (میری لینڈ،امریکہ: رؤمن اینڈ لِٹل فیلڈ پبلشرز،مارچ ء)، باب اول، ص ۔

۱۳۔ اصل انگریزی اقتباس:

"This kind of solitude depends on the inner self, which sprouts from the concept of mindfulness;...paying attention in a particular way on purpose".

لیزا چن[Lisa Chan]، *Rethinking Solitude in Schools: How Silence and Solitude Can Benefit Students and Enhance Creativity*،ماسٹرز کی ڈگری کے لئے لکھا گیا تحقیقی مقالہ،(ٹورنٹو:اُنٹاریو انسٹیٹیوٹ برائے مطالعاتِ تعلیم،یونیورسٹی آف ٹورنٹو،اپریل ء)

یہ مقالہ لویالا یونیورسٹی کے آفیشل ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہے اور حسب ذیل لنک کے ذریعے اس تک رسائی کی جاسکتی ہے:

https://tspace.library.utoronto.ca/bitstream/1807/72165/1/Chan_Lisa_201606_MT_MTRP.pdf

۱۴۔ اصل انگریزی مصرع:

"There the true Silence is, self-conscious and alone".

تھامس ھوڈ[Thomas Hood]، "Silence" کے عنوان سے ایک سانیٹ، مشمولہ *The New Oxford Book of English Verse*،انتخاب وتالیف: ہیلن گارڈنر[Helen Gardener]،نظم (ء)۔

یہاں یہ مصرع محمد عبدالحئی[M. Abdel Hai]کے مقالے *Night and Silence: Experience and Language in Romanticism and Mysticism* (محولہ بالا)سے لیا گیا ہے۔

۱۵۔ اصل انگریزی اقتباس:

“if there can be any "impression of the divine" it must be heard in silence and remain a secret, since it is absolutely different from that which words, language, and reason can conceive, form, or know.”

مائیکل سٹراسر[Michael Strawser]، Gifts of silence from Kierkegaard and Derrida” “مشمولہ *An Interdisciplinary Journal*، (امریکہ: پینسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی، ء)جلد ، شمارہ / ، کل صفحات ص - ص

حسب ذیل لنک کے ذریعے اس مقالے تک رسائی کی جاسکتی ہے:

https://www.jstor.org/stable/41179141

۱۶۔ نقش فریادی میں ''سرود شبانہ'' کے عنوان سے دو نظمیں ہیں؛ ایک نقشِ فریادی؛ مشمولہ نسخہ ہائے وفا (محولہ بالا) کے ص - پر ہے جبکہ دوسری ص - پر ہے، یہاں پر ''سرود شبانہ دوم'' مراد ہے۔ اس کے علاوہ صرف ''سرود'' کے عنوان سے بھی ایک نظم موجود ہے، اس مقالے میں ''سرود شبانہ اول'' کے اشعار کا حوالہ بھی ہے لیکن ساتھ ہی صفحہ نمبر بھی درج ہے۔

۱۷۔ اصل انگریزی اقتباس:

“Nature operates “in a silent way.” The “silence” of nature is full of “meaning”; instead of being absorbed in our mechanical lives, we have a chance in “silence” to “contemplate” and as a result imitate (not copy) nature’s manner in a powerful creative way, a process that helps us improve our “hearing” as well as “seeing” senses.”

نیلوفر امیری[Niloufar Amiri]، *The aesthetic values of silence and its impacts on romanticism and contemporary artists*، ء سپر نگر پلس ، مقالہ ،

مقالے تک رسائی حسب ذیل لنک سے کی جاسکتی ہے:

https://doi.org/10.1186/S40064-016-2466-0

۱۸۔ اصل انگریزی اقتباس:

“The silence from the cosmos is not a testament to our insignificance; rather, it beckons us to explore, to comprehend, and

to marvel at our own existence. It is a call to reflect upon our position in the universe, to challenge our assumptions, and to redefine the very concept of life itself.”

جوناتھن جینگ[Jonathan H. Jiang]اوری منیون[Avery minion]اور سٹراٹ ٹیلر[Struart Tyolar]

Life in the Cosmos: Paradox of Silence and Self-Awareness (جولائی ء)،ص ۔

یہ مقالہ کارنل یونیورسٹی[Cornell University] کے تحت کام کرنے والے تحقیقی پلیٹ فارم arXiv سے چھپ چکا ہے اور حسب ذیل لنک کے ذریعے اس تک رسائی کی جا سکتی ہے:

https://doi.org/10.48550/arXiv.2307.05507

۱۹۔ اصل انگریزی اقتباس:

“As we venture deeper into this cosmic silence, we stand poised to rewrite our narrative, driven by curiosity, fueled by wonder, and thirsty for knowledge This journey, propelled by our growing self-awareness and the mysteries that surround life, is an exploration not only of the universe around us but also of the universe within us”.

ایضاحوالہ بالا جوناتھن جینگ[Jonathan H. Jiang]،ص ۔

۲۰۔ فیض احمد فیض، شام شہر یاراں؛ مشمولہ نسخہ ہائے وفا (محولہ بالا)،ص ۔

۲۱۔ اصل انگریزی اقتباس:

“Silence is to language what nudity is to clothes—not separate, but absolutely linked. Nudity and silence can only exist after their annulment in clothes or words, and will then be seen as the primordial condition.”

پال ہیگرٹے[Paul Hegarty]،*Georges Bataille: Core cultural theorist*،[لندن: SAGE پبلی کیشنز لمیٹڈ، نومبر ء]،ص ۔

۲۲۔ اصل انگریزی اقتباس:

“Extending Bataille’s idea, I think silence exists after the “annulment” of images, light, sound, words, voice, the visible, the feelable, and even the tastable. However, such a broad understanding of silence requires us to take the context into account. For example, as compared with a face with make-up, a face without make-up is silent. A man without a beloved is silent, in comparison with a man who has a beloved.”

مہدی آغا محمدی[Mehdi Aghamohammadi]، “Silence, an Eye of Knowledge” مشمولہ *International Journal of Education & Literacy Studies*، (آسٹریلیا: آسٹریلین انٹرنیشنل اکیڈمک سنٹر، اپریل ء)، جلد ، شمارہ ۔

مقالے تک رسائی حسب ذیل لنک سے کی جاسکتی ہے:

http://www.journals.aiac.org.au/index.php/IJELS/article/view/3402

۲۳۔ اصل انگریزی اقتباس:

“The silence creates an ‘uncomfortable’ feeling so people want to end it”.

لوز ماریا[Luz María Gutiérrez Menéndez]، *From the Utopia of Quietness to the Fear of Stillness: A Taxonomic Research Study to Understanding 'Silence' through the medium of radio and its Implications for Media, Education and Psychology.*

(لندن، UCL انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن؛ یونیورسٹی کالج لندن، ء)، ص ۔

یہ ان کے پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے اور اس مقالے تک رسائی حسب ذیل لنک کے ذریعے کی جاسکتی ہے:

/https://discovery.ucl.ac.uk/id/eprint/10083447